# حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء
# ایک جائزہ

خالد نذیر، ایل ایل ایم شریعہ

حالیہ دنوں میں عورتوں کے خلاف جرائم بالخصوص زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ حالات کی یہ سنگینی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم ایک نظر اُن قوانین پر ڈالیں جن کا مقصد عورتوں کے خلاف جرائم کا تدارک اور اُن جرائم کے مرتکب افراد کو سزا دینا ہے۔

معاشرے میں کسی بھی قانون کے نفاذ کا بنیادی مقصد کچھ نتائج کا حصول ہے۔ اور اگر کوئی قانون مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام ثابت ہو تو قانون سازی کے ذمہ دار ادارے پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قانون پر نظر ثانی کر کے اس میں موجود سقم کو دُور کرے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء کا تجزیہ کریں تو ہم پر منکشف ہو گا کہ اس قانون میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر دونوں جرائم کو ایک ہی ترازو میں تولا گیا ہے۔ جو معیارِ شہادت شریعت میں زنا کے جرم کے لئے مقرر ہے اس قانون میں وہی معیارِ شہادت زنا بالجبر کے لئے رکھا گیا ہے اور کیفیت فعل کا پیمانہ بھی دونوں کے لئے ایک ہی ہے، جبکہ درحقیقت زنا بالرضا اور زنا بالجبر دو مختلف جرائم ہیں۔ دونوں کے اس اختلاف کو نہ سمجھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے بعد عورتوں کے خلاف جرائم میں کمی کی بجائے زیادتی واقع ہوئی ہے۔

زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں دو بنیادی فرق ہیں:

۱) پہلا یہ کہ زنا بالرضا خالصتاً حق اللہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے، جبکہ زنا بالجبر میں حق

اللہ کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی مجروح ہوتا ہے۔

۲) دوسرا یہ کہ زنا بالرضا' جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے' ایک رضامندی کا فعل ہے' جبکہ زنا بالجبر کی صورت میں ایک مجرم عورت کی ذات' عزت اور شرف پر براہ راست حملہ کرتا ہے۔

یہ تو تھا بنیادی فرق۔ اب خالص قانونی طور پر غور کریں تو شریعت اسلامی میں زنا بالرضا سے متعلق خصوصی معیارِ شہادت اور کیفیت فعل کا سخت معیار دونوں جرائم میں واضح تفریق پیدا کرتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان نکات کا احاطہ کیا گیا ہے جو ان دونوں جرائم کی امتیازی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے۔ اس نے اپنے حق کی خلاف ورزی پر زیادہ سے زیادہ معافی اور پردہ پوشی روا رکھی ہے۔

۲) زنا بالرضا میں چار گواہ ہی نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک الزام لگانے والا بھی ہے' لہٰذا یہ نہایت نازک ذمہ داری ہے۔ اگر یہ الزام ثابت نہ ہو تو اس پر قذف کی سزا لاگو ہوگی۔ عام گواہی کے معیار سے زیادہ تعداد مقرر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ایک دوسرے کے خلاف الزام نہ لگاتے پھریں۔

۳) زنا بالرضا میں شریعت کا مقصود پردہ پوشی اور اخفاء کا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگے رہیں۔ گواہوں کی تعداد میں اضافہ کا بھی یہی مقصد ہے تاکہ لوگوں کی نجی زندگی کی حفاظت کی جائے۔

۴) حد زنا کی صورت میں فقہاء واقعاتی شہادت کا کوئی کردار تسلیم نہیں کرتے اور یہ چیز شریعت اسلامیہ کے اس جرم کے بارے میں عمومی رویہ کے عین مطابق ہے' یعنی جرم کے ثبوت میں سخت معیار اپنائے گئے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے پر خواہ مخواہ الزام تراشی سے باز رہیں۔

اب تک کی بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زنا بالرضا کی صورت میں شریعت اسلامیہ کا عمومی رویہ اخفا' پردہ پوشی اور جرم کی عدم تشہیر کا ہے۔ اس کا ثبوت اس

جرم کے لئے مقرر کئے گئے خصوصی معیارات ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا زنا بالجبر کا مجرم جس نے ایک عورت کی عزت کو پوری زندگی کے لئے خاک میں ملا دیا ہو' وہ بھی اِن سب رعایتوں اور سہولتوں کا مستحق ہے؟ یقیناً نہیں۔ دراصل ارتکابِ فعل میں تشدد کا عنصر شامل ہونے کے بعد جرم کی نوعیت کلیتًا بدل جاتی ہے۔ ارتکابِ فعل کے لئے جبر و طاقت اور ذرائع تخویف کے استعمال کے بعد یہ جرم حق اللہ کے علاوہ حق العباد کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے' لہٰذا وہ تمام قانونی رعایتیں اور سہولتیں جو کہ خالق کائنات نے خالص اپنے حق کی خلاف ورزی پر ایک مجرم کو اپنے رحمان و رحیم ہونے کے ثبوت میں عطا کیں جرم کے حق العباد کی حدود میں داخل ہونے کے بعد وہ مجرم اِن تمام رعایتوں سے محروم ہو جائے گا۔

## زنا بالجبر

زنا بالجبر دراصل دو جرائم کا مجموعہ ہے: (۱) زنا اور (۲) ارتکابِ زنا کے لئے جبر و طاقت کا استعمال۔ اگر ہم قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو ہم پر عیاں ہو گا کہ کسی بھی جرم میں جب تشدد و جبر کا عنصر شامل ہو جائے تو قرآن مجید اسے ایک جرم ہی نہیں گردانتا بلکہ اس کا شمار فساد فی الارض یعنی دہشت گردی کے زمرے میں کرتا ہے۔ جیسا کہ سرقہ (چوری) کے جرم میں جبر شامل ہو جائے تو وہ عام سرقہ کا جرم نہیں رہتا بلکہ سرقہ بالجبر بن جاتا ہے جو کہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرابہ شمار ہوتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ جرم کی نوعیت بدل جاتی ہے بلکہ جرم کے اثبات کے معیارات بدل جاتے ہیں۔ اس کے معیارِ اثبات میں نرمی اور سزا میں سختی آتی چلی جاتی ہے۔ سرقہ ہی کی مثال میں جب ایک عام سرقہ کا جرم سرقہ بالجبر میں بدلتا ہے تو اس کی سزا سخت اور زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی ایک ہاتھ کے ساتھ ایک پاؤں بھی کاٹنا' اور یہ سزا' سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے معیارِ اثبات میں بھی نرمی آ جاتی ہے۔ عام سرقہ کے لئے مال کا نصاب مقرر ہے' یعنی چوری کئے گئے مال کی حد مقرر ہے۔ اگر مال کی مقدار اس سے کم ہو گئی تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں ہو گی' جبکہ سرقہ بالجبر کی صورت میں امام مالک اور امام

شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک نصاب کی قید ختم ہو جائے گی۔ (التشریع الجنائی الاسلامی۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ' ج ۲' ص ۶۳۹) دوسرے الفاظ میں اب مالِ ماخوذ کی مقداری حیثیت ثانوی ہو گئی' اب جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ اخذ مال کے لئے جبر و طاقت کا استعمال کیا گیا۔ اسی قاعدہ اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے زنا بالجبر کو عام حدزنا کی بجائے حد حرابہ میں شمار کیا ہے اور اس کی سزا کا استنباط بھی اسی آیت کریمہ سے کیا ہے جس سے سرقہ بالجبر کا استنباط کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا جَزَآؤُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۞﴾ (المائدۃ:۳۳)

''ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں' بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کئے جائیں' یا سولی پر لٹکا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں کہیں سرقہ بالجبر کا ذکر نہیں۔ اس کے باوجود فقہاء بالاتفاق سرقہ بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرتے ہوئے اس کی سزا کا استنباط اسی آیت کریمہ سے کرتے ہیں' کیونکہ اس میں اخذ المال علیٰ سبیل المغالبۃ ہے' یعنی مال کے حصول کے لئے طاقت و تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ زنا بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرنے کے لئے اس اصول کے علاوہ قرآن مجید ہی کی ایک دوسری آیت کریمہ میں شہادت موجود ہے' جس میں نسل کے خلاف جرائم کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۞﴾ (البقرۃ:۲۰۵)

> ''اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتا ہے تو اس کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں فساد برپا کرنے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لئے ہوتی ہے' اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

فی الحقیقت زنا بالجبر نسل کو ہلاک کرنے کی بدترین صورت ہے' کیونکہ نسل کی بربادی ہی اصل میں نسل کی ہلاکت ہے۔ جیسا کہ بیسویں صدی کے اس مہذب دور میں ہم نے دیکھا کہ بوسنیا میں سربیائی افواج نے مسلمانوں کی نسل برباد کرنے کے لئے زنا بالجبر کو اجتماعی طور پر اختیار کیا۔ سورۃ المائدۃ کی آیت حرابہ اور سورۃ البقرۃ میں فساد فی الارض کی تشریح اور وضاحت اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ زنا بالجبر عام حد زنا کا معاملہ نہیں بلکہ حد حرابہ کا معاملہ ہے اور کتب فقہ کے درج ذیل اقتباسات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ زنا بالجبر عام زنا کا معاملہ نہیں بلکہ فقہاء نے زنا بالجبر اور انتہاکِ فرج کو حد حرابہ میں شمار کیا ہے۔

عبدالرحمٰن الجزیری اپنی مشہور کتاب ''کتاب الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ'' میں فرماتے ہیں:

> ''مالکیہ کے نزدیک محارب راستہ روکنے والا ہے' خواہ اس کا مقصد مال حاصل کرنا نہ ہو۔ یا یہ کہ وہ اخذ مال محرم کا ارادہ کرے کسی مسلمان' ذمی یا معاہد سے' اگرچہ وہ نصاب کو نہ پہنچے' یا یہ کہ اس کا مقصد عزت کو برباد کرنا ہو اس حال میں کہ کوئی فریاد سننے والا نہ ہو۔''

مزید لکھتے ہیں:

> ''مالکیہ کہتے ہیں سرقہ بالجبر میں مقدارِ نصاب شرط نہیں' بلکہ اُن پر حد جاری کی جائے گی خواہ انہوں نے نصاب سے کم مال حاصل کیا ہو۔ یہ اس لئے کہ محاربہ اخذ مال کے ساتھ مل گیا ہے۔ یہ ان پر تغلیظ ہے قطع طریق کی جہت سے' نصاب سے نہیں۔'' (کتاب الحدود' ص ۴۱۲)

امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی اپنی شہرۂ آفاق کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں:

> ''حد زنا کو محاربین کے ساتھ ملایا' کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں قتل ممکن ہے۔'' (کتاب الحدود' ص ۱۰۹)

مزید فرماتے ہیں:

''مالک' شافعی اور کوفیین کے نزدیک محارب میں ہر قسم کے فساد پھیلانے والے اور قطع طریق کرنے والے شامل ہیں''۔ (کتاب الحدود' ص ۱۱۰)

علامہ ابن حزم محارب کی درج ذیل تشریح فرماتے ہیں:

**من شهر السلاح فهو محارب**

''جس نے ہتھیار چلایا وہ محارب ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

**اذ تسور عليهم في بيوتهم بالسلاح قطعت يده ورجله**

''جب کوئی کسی کے گھر میں حملہ کرے ہتھیار کے ذریعے تو اس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا''۔

**عن الحسن قال : اذا طرقك اللص بالليل فهو محارب**

یعنی چور اگر رات کو دروازہ کھٹکھٹا کر زبردستی اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ محارب ہے۔

**عن قتادة : اذا دخل عليك ومعه حديدة فهو محارب' بهذا ياخذ الشافعي** (المحلى بالاثار ۲۷۵'۲۷۴/۲)

''اگر کوئی تمہارے پاس غلط نیت سے ہتھیار بند ہو کر آئے تو وہ محارب ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

**مخيف السبيل المفسد فيها هو المحارب المذكور في الاية بلاشك**

''راستے میں خوف و ہراس پھیلانے والا اور فساد برپا کرنے والا بلاشک وشبہ محارب ہے جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہے''۔

ابن زبیرؓ سے روایت ہے:

((مَنْ رَفَعَ السِّلَاحَ ثُمَّ وَضَعَهُ فَدَمُهُ هَدَرٌ))

''جس نے ہتھیار اٹھایا اور پھر اس کو استعمال کیا (ناجائز) تو اس کا خون حلال ہے۔''

یعنی اس حالت میں اس کو کوئی مار ڈالے تو اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ

نے فرمایا:

((مَنْ حَملَ عَلَيْنَا السّلاَحَ فَلَيْس مِنَّا)) (متفق علیه)

''جس نے ہم پر ہتھیار کے ساتھ چڑھائی کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

یعنی جو شخص ناجائز طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں رہتا۔

علامہ ابن حزم مذکورہ بالا احادیث کے حوالوں کے بعد نہایت خوبصورت اور واضح الفاظ میں محارب کی تعریف بیان فرماتے ہیں:

کل من حارب المار ' واخاف السبیل بقتل نفس او اخذ مال او لجراحة او لانتهاک فرج فهو محارب علیه وعلیهم کثروا واقلوا حکم المحاربین المنصوص فی الایة لان الله تعالی لم یخص شیئا من هذه الوجوه اذ عهد الینا بحکم المحاربین

''ہر کوئی جو گزرنے والے سے (بلا اشتعال) لڑے' راستے میں خوف و دہشت پھیلائے قتل و غارت سے' اخذ مال سے' زخم لگانے سے یا زنا کاری کے ذریعے خواتین کی عزت پامال کر کے تو وہ محارب ہے۔ وہ کم ہوں یا زیادہ سب پر آیت کریمہ میں محاربین سے متعلق منصوص حکم لاگو ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرابہ کو کسی ایک خاص جرم کی نوعیت کے ساتھ خاص نہیں کیا' بلکہ محاربین سے متعلق حکم الٰہی میں جرائم کی جملہ انواع شامل ہیں۔''

محولہ بالا سورۃ المائدۃ اور البقرۃ میں وارد احکاماتِ الٰہیہ اور فقہاءِ کرام کی اس بارے میں تصریحات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زنا بالجبر کا معاملہ عام حدزنا کا معاملہ نہیں بلکہ اس کا شمار حد حرابہ میں ہوگا۔

وفاقی شرعی عدالت پہلے ہی اپنے ایک فیصلے میں اس اصول کو تسلیم کر چکی ہے۔ (PLD 1989 FSC134) ضرورت اس امر کی ہے کہ مذکورہ بالا گزارشات کی روشنی میں متعلقہ قانون میں مناسب ترمیم کی جائے تاکہ عورتوں کے خلاف جاری پرتشدد جرائم کا تدارک ہو سکے۔ اب بلاتاخیر اس بارے میں مناسب اقدام کرنا چاہئے۔ اس معاملے میں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے' اب زیادہ دیر مناسب نہیں۔